

بسم اللہ الرحمن الرحیم
معلم ۳ دھرمی عبدالغفار صاحب مکمل حوضی

لکھنؤ
3.11.05

اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اولیئذہ خطہذا مختصر تعارف ہے در سیرانام محمد ابراہیم، مجلس اہل اللہ پاکستان رجبہ
گہرانہ واقفانہ زندگی خام حور، پاکستان میں متعدد جامعی خدمات کو وہم کے حسب عورت
زہم جماعت پاکستان چھوڑنا پڑا اور اب دو سال کے لکھنؤ میں تعینم حور اور یہاں بھی
یو۔ کے کے نیشنل ختمہ اہل اللہ میں ریلوے ایڈیشنل قائد عمومی زہری کی خدمات بجا لہذا حور
محمد فریق سابق صدر جماعت کو یہ مکمل سیرا پڑا ہے۔

آپ کی والدہ شہیڈہ نیرت قانون نفس احمدیت ان کا ادھرنا پھونکا گیا وہ چھ ماہ کے لڑکے کے
ان کی نفس تو ان احمدیت کی باتیں کرتی تھیں۔ آپ کے بڑے بھائی خود مولانا عبدالکلام اور عبدالکلام بھی
اپنی شرافت اور سادگی کو وہم کے حور کے قابل احترام ہیں۔

آپ نے اب جو بیارکتہ اختیار کیا ہے ان کے بارے میں جو علم ہے آپ کے کسیر ملام دار
محمد شرفیہ، اور جو بیارکتہ شہداء ام، اور کنگڈو جو بیارکتہ رہتے رہتے ہیں۔ میں اُترت میں
حوضی لکھنؤ سے 18 سے 25 اُترت میں بیارکتہ اور صفحہ ہمیں لکھنا۔ آپ کی والدہ اور بیارکتہ
نیرت کو لکھنا اور نیرت لکھنا جماعت کے لئے لکھنا اور نیرت لکھنا جو آپ کے لئے پر محبوب آتات
مگر لوجہ میں آپ کے دل نہ لکھا۔

میں رمضان المبارک کے 24 تا 3 نومبر 1905ء کو یورپ کی سب کے لکھنا اور نیرت سید ابید
بیت الفتوح میں اختلاف بیٹھا حور اُج رات میں نے خواب میں دیکھی ہے کہ

یہ بلوئے پر چند دوت جو نیشنل عالیہ اہل اللہ کو کے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ
ختمہ اہل اللہ (بیت الفتوح) میں آئے ہیں ان کے تعلق اہل اللہ کے شعبہ ایثار کے ساتھ
ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں فوراً صورت لیکھی میں آپ کے لئے معلوم ہوتے ہیں
میں ان دوستوں کو کچھ باتیں بتا رہا ہوں جن کو آپ بھی غور کا سن رہے ہیں اور ان پر
عمل کرنے کے لئے کوشش دیکھنا دیکھنا دیکھنا۔

اس خواب کا بنا ہر حسرت ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلچسپی کے سامان لائے ہوں کہ اس
 میں اس خط کا ذکر ہے آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو رشتہ آپ نے اختیار
 کیا ہے وہ سب سے بہتر ہے اور اس کی گہرائی ہے خدمتِ گاہر کے ساتھ ساتھ نواز دہلی
 نرگوشی اور بادشاہِ مدینہ کی جو بیٹی ہیں آپ کی اور ہماری حیثیت ہی
 کیا ہے۔ میں بڑے درد بھرے دل کے ساتھ آپ کو نصیحت کرتا ہوں
 کہ اس رشتہ کے تار اٹھائیں یہ ناصورت اور کوششِ خلدۃ السیاحی کی اس اپنے لڑکے
 کا خدمت میں اپنے لڑکے ہوں گا اور اس میں ان کے سبھی مانگیں اور
 سیدھا رشتہ اختیار کریں۔

ہم اپنی حیثیت کو خوب اچھی طرح کے جانتے ہیں یہاں تو بڑے بڑے
 کلمے والے لڑکے ہم تو دلچسپی محض ہیں۔ سعویہ ہیں۔ غور کریں اور
 اپنے متعلقین کو خوشی پہنچائیں۔ کان الہ منکم۔

صاحب
 صاحب


نوٹ: - آپ کو ایڈریس نہ ملے گا وہ ہے
 خطِ ناخبر کے کچھ ہمارے ہوں۔

12, CAITHNESS ROAD
 MITCHAM - SURREY
 London. CR4 2EU.

Ph. No. 02086484442
 office 02086877810

بخدمت جناب

چوہدری محمد ابراہیم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاد آوری اور ڈرانے کیلئے آپ کا بہت شکریہ! آپ فرماتے ہیں۔۔۔

”آپ کی والدہ بڑی بزرگ خاتون تھیں احمدیت اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ جب وہ ہمارے گھر ملنے کیلئے آتی تھیں تو اکثر احمدیت کی باتیں کرتی تھیں۔ آپ کے بڑے بھائی چوہدری عبدالسلام اور عبدالستار بھی اپنی شرافت اور سادگی کی وجہ سے ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔“

چوہدری صاحب آپ کے یہ الفاظ صد فیصد درست ہیں۔ میں اسکی تصدیق اس لیے نہیں کر رہا کہ وہ میری ماں اور بھائی ہیں بلکہ انکی نیکی اور شرافت کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ بات مکمل کرنے کیلئے میں چند باتیں اپنے والد محترم کے متعلق بھی لکھنا چاہتا ہوں۔ شاید آپ جانتے ہوں کہ میرے دادا جی چوہدری مہتاب کے دو چھوٹے بھائی تھے لیکن وہ دونوں لا ولد گزر گئے۔ میرے والد چوہدری شیر محمد صاحب (مرحوم) اپنے والد کی واحد زینہ اولاد تھی۔ میرے بزرگ کافی جائداد اور زرعی زمین کے مالک تھے۔ چک لوہٹ کے ارد گرد ہماری ہی زمین پھیلی ہوئی تھی اور ہماری برادری کے لوگ بھی ہمارے مزارعین میں شامل تھے۔ لیکن یہ سب کچھ نہ تو کسی حکمران کی بخشش تھی اور نہ ہی ہمیں انگریزوں نے کسی غداری کے صلہ میں دیا تھا۔ بلکہ میرے بزرگ انتہائی سادہ اور شریف لوگ تھے اور یہ سب جائداد انہوں نے محنت اور مزدوری سے بنائی تھی۔ اکلوتے بچے اکثر بگڑ جاتا کرتے ہیں۔ لیکن میرے والد صاحب نے تین بھائیوں کی اکلوتی اور لاڈلی اولاد ہونے کے باوجود بہت سادہ اور غریبانہ مزاج کیساتھ زندگی گزاری تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ تقسیم ہند کے نتیجے میں بعض فقیر امیر بن گئے اور بعض صاحب ثروت اپنا سب کچھ گنوا بیٹھے۔ ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ تقسیم ہند کے بعد ہمارے ہاتھوں سے بہت ساری زمین نکل گئی۔ پھر بھی میرے والد صاحب اپنی برادری میں سب سے زیادہ صاحب جائداد تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنی برادری کے لوگوں کو اپنی زمین کاشت کرتے دیکھا ہے۔ میرے والد صاحب احمدیت کے شیدائی تھے۔ موصی بھی تھے اور ساری زندگی جماعتی خدمات بجالاتے رہے۔ میں نے اپنے گاؤں میں اپنے والد صاحب کے متعلق اپنوں اور غیروں بلکہ بڑے بڑے زمینداروں کے منہ سے آپ کی شرافت اور پرہیزگاری کا تذکرہ سنا ہے۔ ایک ربوہ کا آدمی تھا وہ مجھے کہنے لگا کہ آپکا والد صرف نام کا شیر نہیں تھا بلکہ دل کا بھی شیر تھا۔ غرباء کا خیال رکھنے والا اور انتہائی عجز و انکساری میں زندگی بسر کرنا والا۔ موضع ڈاور میں والد صاحب کو قریباً ایک مربع زرعی زمین الاٹ ہو چکی تھی۔ ہماری زمین کے ساتھ ساتھ خودروسر کنڈوں کا ایک وسیع ویرانہ تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو اس ویرانے میں گزرتے ہوئے دن کو بھی ڈر لگتا تھا۔ والد صاحب اپنا زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے اور زمین حصہ پر مزارعین کو دی ہوئی تھی۔ جب یہ مزارع رات کو کھیتوں میں پانی وغیرہ لگاتے تھے تو وہ اکثر ویرانے میں سے میرے والد صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے تھے اور گھر آ کر اپنی عورتوں کو بتاتے تھے کہ ہم اکثر شیر محمد صاحب کو رات کے وقت ویرانے میں روتے ہوئے سنتے ہیں۔ پھر ان مزارعین کی بیویاں میری ماں سے پوچھتی تھیں کہ کیا تمہارے میاں بیوی کے درمیان کوئی ناچاکی ہے کیونکہ ہمارے مرد اکثر شیر محمد صاحب کی ویرانے میں سے رونے کی آوازیں سنتے ہیں۔ یہ لوگ ان پڑھ تھے ان کو کیا پتہ تھا کہ خدا تعالیٰ کے بندے تنہائی میں اور ویران جنگلوں میں جا کر عبادت بھی کیا کرتے ہیں تاکہ انکا رب ان سے راضی ہو جائے۔ میری والدہ صاحبہ ان عورتوں کو سمجھایا کرتی تھیں کہ ہمارے گھر میں کوئی جھگڑا نہیں ہے بلکہ ہم تو بہت خوش ہیں۔ میرا خاندان کو ویرانے میں جا کر علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اُسکے آگے گریہ و زاری کرتا ہے تاکہ وہ اُس سے راضی ہو جائے۔ خاکسار قریباً چھ ماہ کا تھا جب والد صاحب رضائے الہی کے مطابق ایک دو ماہ بیمارہ کر انیس (۱۹) ستمبر ۱۹۵۴ء کو انتقال فرما گئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جب میرے والد صاحب بیمار تھے تو میری پھوپھیاں بھی ہمارے گھر آئی ہوئی تھیں۔ وفات سے پہلے ایک دن چھوٹی پھوپھی نے میرے والد صاحب سے کہا کہ عبدالغفار تو بہت چھوٹا ہے اور آپ اسے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں؟ تو والد صاحب نے جواباً آسمان کی طرف اُنکی اٹھا کر فرمایا کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر رہا ہوں۔ بوقت موت والد صاحب نے مجھ پر یہ بہت احسان فرمایا جو مجھے کسی انسان کی بجائے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا تھا۔ میں یقیناً بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کے اس مخفی ہاتھ کو اپنے سر پر محسوس کرتا رہا ہوں۔ اور وسط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ سجدہ سے اٹھ کر میں نے خدا تعالیٰ کے اس مخفی ہاتھ کے جلوے بہت کھلے کھلے طور پر دیکھے ہیں۔

چوہدری صاحب۔ اب آپ کو پتہ چل گیا ہوگا کہ میں کس بزرگ باپ اور ماں کا بیٹا ہوں۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا میری عادت نہیں لیکن آپکے خط کے بعد میرے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ میں اختصار کیساتھ اپنا خاندانی پس منظر بیان کروں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پیدائش کیساتھ ہی اس عاجز کو کیتی کا صدمہ سہنا پڑا۔ بچپن میں ہی میرے بھائیوں نے میرے دل میں علم کا شوق پیدا کر دیا اور میں نے بھی اسے حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ میرا بچپن اور میری جوانی ڈاؤر اور ربوہ میں گزری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ برائیوں سے بچایا اور دنیاوی دلچسپیوں مثلاً زر، زمین اور زن کی محبت سے پاک رکھا۔ اگر کسی نے زیادتی بھی کی تب بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ صبر کا دامن تھامے رکھنے کا حوصلہ بخشا۔ لوگ سب کچھ بیچ کر اور ہر قسم کے فراڈ کر کے حصول دولت کیلئے دیا غیر میں آئے۔ لیکن میں باہر نہیں آنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے مجبور کر کے جرمنی لایا۔ یہاں جرمنی کے شہر کیل میں گذشتہ اُنیس برس سے رہ رہا ہوں۔ آپکا لائق فرزند بھی کافی عرصہ کیل میں رہ کر گیا ہے۔ آپ اس سے بھی پوچھ لیں اور کیل آ کر بھی میرے کردار اور اخلاق کا پتہ کر لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اور غیر سب میری سچائی، شرافت اور نیکی کی تصدیق کریں گے۔ بلکہ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء تک آپکے نزدیک بھی میں ایک لائق اور شریف النفس انسان تھا۔ بچپن سے ہی میں نے اپنے اندر ایک خدائی طاقت کو محسوس کیا۔ جس نے مجھے ہر قسم کی دنیاوی آلائشوں سے دور رکھا۔ ایک بالا طاقت کی نگرانی میں اپنی زندگی کا سفر طے کرتا رہا۔ حتیٰ کہ نیم جوانی میں ہی میرے اندر یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ میں دوسرے لوگوں سے مختلف کیوں ہوں؟ یہ میری لاعلمی کا زمانہ تھا۔ مجھے کچھ خبر نہیں تھی کہ آئندہ زندگی میں میرا رب مجھ سے کیا مہربان سلوک فرمانے والا ہے۔ ایک دفعہ اوائل جوانی میں میں نے اپنی بزرگ والدہ صاحبہ سے کہا تھا کہ اے میری ماں! آپ نے مجھے ضرور جنا ہے لیکن میں آپکا بیٹا نہیں۔ آپکے دونوں بڑے بیٹے ضرور تیرے ہیں۔ میری ماں یہ سن کر کچھ پریشان ہو گئی کیونکہ وہ میری بات سمجھ نہ سکی۔ پھر میں نے اپنی ماں کو پریشان دیکھ کر کہا کہ اے میری ماں ضرور آپ نے ہی مجھے جنا ہے لیکن میں دنیا کیلئے پیدا نہیں ہوا۔ میرے اندر دین اسلام کی فتح کا جوش ہے اور اسے ٹھنڈا کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ آخر چلتے چلتے میری زندگی میں وہ مبارک لمحہ آ گیا کہ ایک سجدہ کی حالت میں میرا رب مجھ پر ظاہر ہوا۔ اور میں نے اُسکے علم پر اُسکی نوکری اختیار کر لی۔

چوہدری صاحب۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کے روحانی واقعہ کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کی راہنمائی میں ایک مقالہ (Thesis) لکھا تھا۔ اس مقالہ کو پڑھنے والے اولین احباب میں سے ایک آپ بھی تھے۔ آپ نے یہ مقالہ پڑھ کر اسکی بے حد تعریف کی تھی اور اپنی خوشنودی سے آگاہ فرمایا تھا۔ اس وقت بھی یہ مقالہ ۲۰ فروری ۱۹۸۶ء کی الہامی پیٹنگوئی کی حقیقت پر مبنی تھا۔ لیکن میں نے یہ بات آپ کو نہیں بتائی تھی اور نہ بتانے کی وجہ یہ تھی کہ وقت سے پہلے ایسی باتیں نہیں بتائی جاتیں۔ میرے مضمون کا مزاج چونکہ فلسفیانہ اور سائنسی ہونے کے علاوہ مذہبی بھی تھا۔ آپ نے اس مضمون کو پڑھ کر ایک بات مجھے بتائی تھی۔ ان دنوں آپ میرے گھر کی طرف یعنی دار لصد رغربی ربوہ کیساتھ جماعتی زمین پر چارہ کاشت کیا کرتے تھے۔ ایک دن بوقت ملاقات آپ نے بڑے خوشگوار موڈ میں فرمایا کہ غفار یہ جماعتی لوگ بہت ظالم ہیں اور اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو کچل دیا کرتے ہیں۔ آج آپ اسی نظام جماعت کے گیت گارہے ہیں۔

چوہدری صاحب۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپکے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے آپکی جماعت کو ایک مذہبی مافیا بنا ڈالا ہے۔ یقیناً آپ نے بھی اس مذہبی مافیا کو حضورؐ کی جماعت سمجھتے ہوئے خود کو وقف کیا ہوگا اور آپ کو اس وقف کا آپکی نیت کے مطابق اجر بھی ضرور ملے گا۔ لیکن اس مذہبی مافیا نے تو ایک دجالی اور جاسوسی نظام کیساتھ ہر احمدی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ اور مقصد اس کا یہ ہے کہ جس الہامی پیٹنگوئی پر جھوٹا دعویٰ کر کے قبضہ کیا جا چکا ہے کہیں اس پیٹنگوئی کا مصداق ظاہر نہ ہو جائے۔ اس نظام کا تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی احمدی سچی خواب بھی دیکھ لے تو اس بچارے غریب کی نگرانی شروع ہو جاتی ہے۔ ہر احمدی نے اب تک جو قوربانیاں کی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر ضرور بخشے گا لیکن اسکے باوجود اس نظام جماعت میں سب احمدی حضرت مسیح موعودؑ کے نام پر یرغمال اور اسیر ہیں۔

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں۔ ”میں اگست میں جرمنی بھی گیا تھا ۱۸ سے ۲۵ اگست تک میں تقریباً ایک ہفتہ ہمبرگ ٹھہرا۔ آپکی والدہ اور بھائیوں نیز چک لوہٹ اور نوٹ گڑھ کی جماعت ہائے احمدیہ کا اخلاص مجھے آپ سے ملنے پر مجبور کرتا تھا مگر ربوہ میں آپ سے مل نہ سکا۔“

چوہدری صاحب۔ آپکے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ کو بھی پتہ ہے کہ آپ اس مذہبی مافیا میں یرغمال ہیں۔ اگر آپ یرغمال نہ ہوتے تو ضرور میرے پاس آتے اور اگر میں صراط مستقیم سے جھٹک گیا تھا تو میری راہنمائی فرماتے۔ یہ تو ایک اخلاقی فریضہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے انسان کو گمراہ خیال کرے تو وہ حتیٰ المقدور اُسکی راہنمائی کرے۔ لیکن آپ صرف اور صرف یرغمال ہونے کی بدولت میرے پاس تشریف لانے کی جرأت نہ کر سکے۔ اگر آتے تو آپ کو پتہ تھا کہ نہ آپکی ٹوپی رہتی اور نہ ہی نوکری۔ یہ تو حال ہے آپکے محمودی نظام کا جسے آپ خلافت احمدیہ کا نام دے رہے ہیں۔ یہ خلافت احمدیہ نہیں بلکہ محمودی ملوکیت ہے اور اب ضروری ہے کہ احمدیت کو اس غلاظت سے پاک کر کے اسکی جگہ خلافت راشدہ کا نظام جاری کیا جائے جس کا مطمح نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہو کہ ”سید القوہ خاد مہمہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے“۔ خلافت احمدیہ کی تو ۱۹۱۴ء میں ہی صف لپیٹ دی گئی تھی۔ ہاں خلافت کے نام پر محمودی ملوکیت کی بنیاد ڈالی گئی جو کہ جاری و ساری ہے۔ مذہبی ملوکیت کو خلافت کا نام دینے سے وہ خلافت نہیں بن جایا

کرتی۔ بنی اُمیہ اور بنی عباس کی خلافتیں کیا خلافت راشدہ تھیں؟ خلیفہ رابع اپنے ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”آنحضرت ﷺ نے ایک جہاد آزادی ضمیر کے لیے کیا تھا اور وہ جہاد تمام بنی نوع انسان کی خاطر کیا گیا ہے، صرف اسلام کی خاطر نہیں کیا گیا۔ ہمیشہ سے جب سے انسان انسانیت کو پاؤں تلے روندنے والوں سے مقابلہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ جب سے آزادی ضمیر کی خاطر کسی نوع کی جنگ بھی جاری ہے، سب سے زیادہ اس مضمون میں عظیم الشان اور کامل جہاد حضرت اقدس محمد مصطفیٰ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ آپ کے مطالبات اس مضمون میں یہ تھے کہ سب سے پہلے آپ نے سوسائٹی کو اس طرف متوجہ کیا کہ ہر شخص اپنی سوچوں اور اپنے ایمان میں آزاد ہے۔ کوئی حق نہیں ہے کسی کا کہ کسی کی سوچ پر اور اُسکے ایمان پر، اس کے نظریات پر کسی قسم کی قدغن لگائے اور جبراً ان کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ جو اعلان ہے یہ اسلام کیلئے نہیں ہے بڑی جہالت ہے اگر اسے یہ سمجھا جائے کہ صرف اسلام کی خاطر ہے۔ یہ تو آزادی ضمیر کا جہاد ہے، شرف انسانی کو قائم کرنے والا جہاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان حق نہیں رکھتا کہ کسی اور انسان کے نظریات کو اور اسکے خیالات کو، اسکی سوچوں کو تبدیل کرے زبردستی یا اس پر جبر کے تالے لگا دے اور اُس کو ان سوچوں کے اظہار کا حق نہ ہو۔ تو یہ دوسرا جہاد کا پہلو یہ تھا۔ آپ نے یہ فرمایا اور قرآن کریم اس مضمون کو کثرت سے بیان کرتا ہے کہ صرف یہ نہیں کہ انسان کو خود اپنی سوچوں میں آزادی نصیب ہے بلکہ اُس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ جو وہ سوچتا ہے، جو وہ دیکھتا ہے، جو وہ سمجھتا ہے اُسے دوسروں سے بیان کرے اور اس کا نام بلاغ ہے پہنچانا۔ جب وہ بیان کر دے تو پھر لَسَّتْ عَلَيْهِمْ بِمَصْصِيطِهِمْ کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ بیان کرنا مبین طریق پر، کھول کھول کر یہ تو فرض ہے ہر انسان کا، اس کا حق ہے لیکن جبر کو اس میں دخل نہیں ہوگا۔ کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں ہوگی۔ چوتھا پہلو اس جہاد کا یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اسکے نتیجے میں بات مان لے اور اپنے خیالات تبدیل کر دے تو ہرگز کسی دوسرے کا حق یہ نہیں ہے کہ وہ زبردستی اُس کو اس تبدیلی خیال سے روکے اور کہے کہ ہرگز ہم تمہیں اپنا خیال تبدیل نہیں کرنے دینگے اور اسکے نتیجے میں خیال تبدیل کرو انیوالے کو سزائیں دیں اور اُسکو بھی مارے اور اُسکی مخالفت بھی جسمانی طور پر کرے، ہر قسم کی تعزیری کاروائی اُسکے خلاف کرے۔ کہ چونکہ تم ہماری سوسائٹی کے خیال تبدیل کر رہے ہو اس لیے ہم حق رکھتے ہیں کہ تمہارے گھر لوٹیں اور تمہارے گھر جلائیں، تمہارے اموال لوٹیں تمہیں ذبح کریں تمہیں ہر قسم کی اذیتیں پہنچائیں، قانونی روکیں ڈالیں قید میں تمہیں دھکیلیں کیونکہ تمہیں کوئی حق نہیں کہ سوسائٹی کے خیال تبدیل کرو۔

تو پہلا حصہ مضمون کا ایسے خیالات سے تعلق رکھتا ہے جو طبعاً ہر انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں یا وہ لے کر پیدا ہوا ہے۔ اپنے ماں باپ سے ورثے میں پائے ہیں اس میں تبدیلی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی قسم کے وہ خیالات ہوں، سچ ہوں، جھوٹ ہوں، نورانی ہوں یا ظلمانی ہوں اس سے بحث ہی کوئی نہیں۔ اعلان آپ کا یہ تھا اور یہ قرآن کریم نے بار بار بڑی تحدی سے اعلان فرمایا کہ ہر انسان آزاد ہے اپنی سوچوں میں۔ اس کی سوچوں پر کوئی پہرے نہیں لگائے جاسکتے۔ دوسرا اعلان یہ کہ اپنی سوچوں کے بیان کرنے میں آزاد ہے۔ تیسرا اعلان یہ کہ اس بیان کو سن کر اگر کوئی اپنی سوچیں تبدیل کرے تو اس پر دخل دینے کا بھی کسی کو حق نہیں۔ چوتھا یہ کہ اس بات کو جرم نہیں سمجھا جائے گا کہ کوئی اپنے خیالات بیان کر کے کسی دوسرے کے خیالات تبدیل کر رہا ہے اور اسکے نتیجے میں اُسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ یہ عظیم الشان آزادی ضمیر کا جہاد ہے جو آج بھی تمام انسان کو متوجہ کر رہا ہے اپنی طرف۔ آج جتنی جدوجہد ہے انسانی زندگی میں اس میں جتنی خرابیاں نظر آ رہی ہیں، ان خرابیوں کا آپ تجزیہ کریں تو ہر جگہ آپ کو ان بنیادی ہدایات سے روشنی نظر آئے گی۔ تب وہ خرابی پیدا ہوگی۔ کوئی شخص ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی حکومت ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسکے نتیجے میں فساد پیدا ہوتا ہے، دکھ پیدا ہوتا ہے، ظلم پیدا ہوتا ہے۔ نظریاتی جدوجہد خون خرابے کی جدوجہد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور پھر جھوٹے اور مصنوعی اعلان کرنے والے یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم تو آزادی ضمیر کی خاطر لڑائی کر رہے ہیں اور دوسرے مقابل پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم تو آزادی ضمیر کی خاطر جہاد کر رہے ہیں تم زبردستی بدل رہے ہو۔ کوئی پہلے فریق پر الزام لگاتا ہے، وہی الزام پہلا فریق دوسرے پر لگاتا ہے۔ تو بنیادی طور پر جہاں بھی نظریات میں کسی قسم کے جبر کی اجازت دی جائے اور نظریات تبدیل ہونے کا جو منظر ہے یہ برداشت نہ ہو سکے کسی سے۔ اپنے بچوں کو دیکھ رہا ہو کہ کسی کی بات سن کر اس سے متاثر ہو رہے ہیں اور اپنے خیالات بدل رہے ہیں۔ اُسکے سینے میں ایک آگ لگ جائے، وہ کہے کہ میں یہ نہیں ہونے دوںگا۔ ہر ایسے شخص کے مقابل پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جہاد کھڑا ہو جائے گا آزادی ضمیر کے نام پر جو آپ نے جہاد کیا۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُسکی تائید کرے جس نے واقعتاً دلائل کے نتیجے میں اپنا مذہب تبدیل کیا ہے، اپنے خیالات تبدیل کئے ہیں اور ہر ایسی جبر کی کوشش کا مقابلہ کرے جو ان بنیادی انسانی حقوق میں مداخلت کرے۔“ (خطبہ جمعہ ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء)

جناب چوہدری صاحب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو آزادی ضمیر کا حق بخشا ہے۔ میرے خیال میں خلیفہ رابع نے اپنے الفاظ میں اسکی بہت خوبصورت وضاحت فرمائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خلیفہ رابع نے آزادی ضمیر کی جو تشریح فرمائی ہے اور جس کا وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے نام پر اہل دنیا سے تقاضا کر رہے ہیں۔ کیا وہ یہ حق حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی ذریت کو بھی دینے کیلئے تیار تھے؟ قطعاً نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی اولاد کیا بھیڑ بکریاں اور کیڑے مکوڑے ہیں؟ یہ آزادی ضمیر کا حق کیا صرف مرزا محمود اور اس

کے جانشینوں کیلئے ہے؟ اس سے بڑا ظلم اور جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی انسان دوسروں سے تو ایک حق کا مطالبہ کرے لیکن وہی حق دوسروں کو دینے کیلئے تیار نہ ہو؟ میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا ایسے مکر کرنے والے مرزا محمود اور اسکے جانشین اسلامی خلفاء یا خلفائے راشدین کہلا سکتے ہیں؟ کیا محمودیت خلافت راشدہ ہو سکتی ہے؟ ان لوگوں کے متعلق تم خلفائے راشدین ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے چہ جائیکہ یہ خلفائے راشدین ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ - كَذِبًا مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف - ۳، ۴) ترجمہ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

کیا اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں ایسے لوگوں کو جھکے قول و فعل میں تضاد ہو جھوٹے اور گناہ گار نہیں ٹھہرا رہا؟ چوہدری صاحب۔ آپ کس خلافت احمدیہ کی بات کر رہے ہیں؟ محمودیت کا دنیائے مذہب میں وہی طریقہ کار ہے جو دنیائے سیاست میں امریکہ اور اسکے صدر کا ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ امریکہ کو ہر قسم کی طاقت اور اختیار حاصل ہے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ دنیا کا کوئی اور ملک خاص کر مسلمان ممالک میں سے بھی کوئی ایسی طاقت اور اختیار حاصل کر لے۔ اسکی نظر میں کوئی اقوام متحدہ، کوئی انٹرنیشنل چارٹر نہیں ہے۔ اسکی نظر میں کوئی قانون اور کوئی قاعدہ نہیں۔ اسکی خواہش اور مرضی حرف آخر ہے۔ جس ملک پر چاہے لاؤ لشکر لیکر چڑھ دوڑتا ہے۔ وہ پہلے سمجھتا ہے، پھر ڈراتا ہے اور آخر میں ختم کرتا ہے۔ پہلے افغانستان کو ملیا میٹ کیا۔ پھر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور آجکل شمالی کوریا اور ایران کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ کل ہی امریکی صدر نے یہ بیان دیا ہے کہ اگر امریکہ کو کسی اور ملک پر حملہ کرنے کی ضرورت پڑی تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ چوہدری صاحب۔ دنیا مذہب میں یہی رول (role) محمودی نظام اور اسکے سربراہ کا رہا ہے۔ نہ کوئی دوسرا مذہب انکی نظر میں کوئی حیثیت رکھتا ہے اور نہ ہی اسکے ماننے والے کو کوئی حق اور احمدی بیچارہ تو بے دام غلام ہے۔ جب چاہا اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ انکی نظر میں ہر قسم کا حق صرف محمودی سربراہ اور اسکے جاسوسی نظام کو حاصل ہے۔ امریکہ اور اس کا صدر جو ظلم و ستم کرتا ہے اس کی تو سمجھ آتی ہے کہ یہ سب کچھ سیاست کے نام پر ہوتا ہے۔ لیکن حیرت ہے محمودی جانشینوں اور انکے دجالی نظام پر کہ یہ سب غنڈی گردی خدا اور حقیقی اسلام کے نام پر کر رہے ہیں۔ اگر امریکہ دجال ہے تو محمودیت اس سے بڑھ کر دجالیت ہے؟ یہ ایک ایسا گند ہے کہ اگر ہر قسم کی خباثت لے کر اس کا معجون بنایا جائے تو محمودیت وجود میں آ جاتی ہے۔ جس طرح آج یہودیت اور یزیدیت ایک گالی سمجھی جاتی ہیں بالکل اسی طرح آئندہ زمانے میں محمودیت بھی ایک بدتر گالی سمجھی جائے گی۔ آپ میری باتوں پر غور کرنا اور سوچنا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں پر محمودیت کی شکل میں کیا فراڈ ہوا ہے؟ یہ ایک ایسا خطرناک مذہبی رویہ ہے جس سے صدیوں جان نہیں چھڑائی جاسکتی۔ ڈاکٹر وحید عشرت اسسٹنٹ ڈائریکٹر اقبال اکادمی پاکستان اسی ضمن میں فرماتے ہیں۔

”تاہم اس (فلسفہ اخلاق کے مذہبی۔ ناقص) رویے کے دو بنیادی نکات ہمیشہ ہی انسانوں کے اجتماعی رویے میں بے اطمینانی کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا کے نام پر ایک خاص طبقہ وجود میں آ جاتا ہے جو خدا کی مرضی اور منشا کا خود کو شارح بنا لیتا ہے یا اُسے سمجھ لیا جاتا ہے اب وہ خود ساختہ شارح آہستہ آہستہ خدا کی مرضی کی اطلاقی تعبیرات میں اپنی مرضی کو شامل کرتا ہے اور بالآخر اسکی اپنی مرضی یا لذتیت پرستی تقدس اور مذہب کا روپ دھار لیتی ہے اور خدا اس میں سے آہستہ آہستہ غائب ہو جاتا ہے۔ یہ رویہ اتنا خطرناک ہے اور یہ گروہ مذہب کے نام پر اتنا طاقتور بن جاتا ہے کہ صدیوں اسکے اثر و نفوذ کو توڑا نہیں جاسکتا۔ جمود، غیر خلاق رویہ اور تعزیر و تہدید اسکی علامتیں بن جاتی ہیں۔ اور اس طرح یہ اخلاقی رویہ ایک ایسا گند بے در بن جاتا ہے جس میں داخل ہونے کا راستہ تو ہے مگر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔“ (اخلاقیات کے پانچ نظریے، مصنفہ شاہدہ ارشد صفحات ۱۶ تا ۱۷)

میری حیثیت۔ آپ نے اپنے خط میں بار بار میری حیثیت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ الحمد للہ میں ایک معزز والدین اور معزز خاندان کا چشم و چراغ ہوں اور اس کا ذکر میں اُوپر کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو اپنی رحمت اور فضل سے نوازتا ہے تو وہ اپنے اُس بندے کی دنیاوی حیثیت کو نہیں دیکھا کرتا بلکہ اُسکی نظر دلوں پر ہوتی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک صدی قبل حضرت مرزا غلام احمدؑ کی اپنے ماحول میں کیا حیثیت تھی؟ آپ ایک دنیا دار ماحول میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد اور بھائی ساری زندگی دنیاوی مقدمات میں اُلجھے رہے۔ سیرت المہدی سے پتہ چلتا ہے کہ آپکی ایک بڑی بہن محترمہ مراد بی بی ایک خدا سیدہ اور صالح فطرت خاتون تھیں۔ باقی ساری برادری بے دین تھی۔ آپکے مالی حالات بھی کچھ اچھے نہیں تھے۔ اگر اچھے ہوتے تو آپ براہین احمدیہ کی طباعت کیلئے کتاب کی ایڈوانس خرید کیلئے اشتہار نہ دیتے۔ اسی طرح دونوں جہانوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کسی بادشاہ کے بیٹے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا اُنشی یتیم تھے۔ بڑے ہو کر نوکری بھی کی اور لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں۔ اسی طرح اپنے ماحول میں حضرت موسیٰؑ بھی ایک گڈ ریا تھے اور ایک گڈ رے کی حیثیت کو تو آپ خوب جانتے ہی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ ناصرؑ پیدا ہوتے ہی مظلوم تھے۔ بد بخت یہودی آپکے تولد کو ہی ناجائز سمجھتے تھے۔ ایک بڑھئی کے گھر میں پرورش پائی اور بڑھئی کا کام ہی آپ کرتے تھے۔ ایک دفعہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا۔

”کہ لو مڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کیلئے سردھرنے کی بھی جگہ نہیں۔“ (لوقا باب: ۹ آیت۔ ۵۸)

کرتا ہوں کہ اس راستہ سے باز آجائیں۔“

چوہدری صاحب۔ آپ جانتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے قومی بتوں کو توڑا تھا تو بظاہر آپ نے ایک نیا راستہ اختیار کیا تھا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت ابراہیمؑ کا اختیار کردہ نیا راستہ غلط تھا؟ اسی طرح حضرت موسیٰؑ بھی حکم الہی فرعون کے آگے آکھڑا ہوا اور اس نے فرعون سے کہا کہ تم نے بنی اسرائیل کو کیوں غلام بنایا ہوا ہے؟ حضرت موسیٰؑ کا یہ راستہ بھی نیا تھا۔ میرا آپ سے پھر سوال ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا اختیار کردہ یہ نیا راستہ کیا غلط تھا؟ اسی طرح حضرت مسیح ناصریؑ اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نئے راستے اختیار کیے تھے۔ کیا انکے اختیار کردہ نئے راستے غلط تھے؟ ایک صدی قبل بائے جماعت حضرت مرزا غلام احمدؒ نے بھی اُمت مسلمہ کے متفقہ عقائد کے برخلاف ایک نیا راستہ اختیار کیا تھا اور حکم الہی اُمت کو بتایا تھا کہ کوئی مسیح ابن مریم آسمان پر نہیں گیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ختم نبوت اور انقطاع وحی والہام کے عقائد سراسر غلط ہیں۔ میرا آپ سے پھر سوال ہے کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے جو نیا راستہ اختیار کیا تھا کیا یہ نیا راستہ غلط تھا؟ اگرچہ ان برگزیدہ انسانوں کی اقوام کی اکثریت نے آپ کی طرح انہیں نعوذ باللہ گمراہ قرار دیا تھا لیکن پھر بھی انکے اختیار کردہ نئے راستے غلط نہیں تھے۔ اگر ان برگزیدہ بندوں کے اختیار کردہ نئے راستے غلط نہیں تھے تو پھر میرا اختیار کردہ نیا راستہ کس طرح غلط ہے؟ کیا آپ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اور کلام سے کوئی ایسا ثبوت دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کوئی ایسا وعدہ کیا ہوا ہے کہ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کی جسمانی اولاد کو ہی اپنی رحمت اور فضل سے نوازے گا اور کسی کو نہیں؟ یہی روحانی بیماری حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کو بھی لگی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی چندہ قوم ہیں اور اس کا فضل اور رحمت صرف ہمارے لیے ہی مخصوص ہے؟ آپ نے چک لوہٹ اور نوٹ گڑھ کی جماعت ہائے احمدیہ کے اخلاص کا ذکر فرمایا ہے اور میں بھی اسکی تصدیق کرتا ہوں۔ میرا آپ سے یہ بھی سوال ہے کہ آپ کے پاس وہ کونسی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ان مخلص لوگوں (چک لوہٹ اور نوٹ گڑھ کے احمدی احباب) میں سے کسی کے شامل حال نہیں ہو سکتی؟ کیا یہ مخلص لوگ بد قسمت تھے؟ آپ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک سچے انسان تھے اور آپ کی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی بھی قطعی طور پر سچی ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ قادیانی جماعت احمدیہ کے پاس مرزا بشیر الدین محمود احمد کے مصلح موعود ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ایک خلیفہ ثانی کیا آپ کا کوئی بھائی بھی محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمد کو چلہ ہوشیار پور میں بخشے گئے ”نشان رحمت یعنی زکی غلام“ کی الہامی بشارت کے دائرہ میں ہی نہیں آتا۔ کیا آپ اس حقیقت کو جھٹلا سکتے ہیں؟ ایک آپ کیا پوری قادیانی جماعت احمدیہ مل کر بھی مرزا بشیر الدین محمود احمد کو موعود زکی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ثابت نہیں کر سکتی؟ ہاں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ایک جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کیا اور جماعت احمدیہ کے ایک گروہ (قادیانی جماعت احمدیہ) نے محض اخلاص اور عقیدت کی بنا پر اُسے قبول کر لیا۔ ایسے ہی جیسے اُمت مسلمہ نے حیات مسیح ناصریؑ کا بے بنیاد عقیدہ محض اعتقادی طور پر قبول کیا ہوا تھا۔ مزید طرفہ تماشایہ کہ نام نہاد خلیفہ ثانی نے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کے بعد ایک دجالی اور جاسوسی نظام کیساتھ پوری جماعت کو یرغمال بنا کر اُسے بد قسمت بنا دیا۔ فضل الہی اور رحمت الہی ملنا تو درکنار احمدی بیچارے نظام جماعت کی اجازت کے بغیر اب کوئی سچی خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اگر نام نہاد خلیفہ ثانی مصلح موعود نہیں تھے اور میں کہتا ہوں کہ وہ قطعی طور پر نہیں تھے اور اگر آپ کو اس میں شک ہے تو میرا مضمون ”خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کا تجزیہ اور اسکی حقیقت“ دوبارہ پڑھ لینا۔ مذکورہ مضمون میں یہ قطعی طور پر بذریعہ دلائل ثابت کیا گیا ہے کہ نام نہاد خلیفہ ثانی موعود زکی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود نہیں تھے۔ چونکہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود یقیناً سچی الہامی پیشگوئی ہے لہذا جماعت احمدیہ میں حضرت مرزا غلام احمدؒ کے بعد آئندہ زمانہ میں ظاہر ہوئی موعود زکی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود کوئی اور انسان ہے۔ آج میں نے اس الہامی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعویٰ کر کے اس کا الہامی اور قطعی ثبوت جماعت احمدیہ (قادیانی اور لاہوری) کے نام نہاد خلفاء اور اُمراء اور دیگر باب و اختیار کے آگے پیش کیا ہوا ہے۔ کیا آپ میرے اس علمی، قطعی اور الہامی ثبوت کو دلائل کیساتھ جھٹلا سکتے ہیں؟ ایک آپ کیا پوری جماعت احمدیہ قیامت تک اس علمی، قطعی اور الہامی ثبوت کو جھٹلا نہیں سکتی اور یہی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود کی حقیقت ہے اور خاکسار ہی وہ موعود زکی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؒ کو چلہ ہوشیار پور میں بشارت بخشی تھی۔ یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح۔ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

چوہدری صاحب۔ ہو سکتا ہے آپ کے ذہن میں یہ بات آئے کہ میں نے جن بزرگ ہستیوں کا اوپر ذکر کیا ہے وہ تو محترم انبیاء تھے۔ کیا آپ بھی نبی ہیں؟ جواباً گذارش ہے کہ یقیناً میں کوئی مستقل اور صاحب شریعت نبی نہیں ہوں لیکن نبیوں کی سنت اور راستے پر چلنے والا اُن کا ایک ادنیٰ سا موعود زکی غلام ضرور ہوں۔ سورہ مریم سے ہمیں پتہ ملتا ہے کہ کنواری موسوی مریم کو بھی ایک زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ موعود اور مبشر زکی غلام اُسکے گھر میں پیدا ہوا تھا اور سورہ ال عمران ہمیں بتاتی ہے کہ اسی موعود زکی غلام کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم تھا۔ اور وہ کلمۃ اللہ ہونے کیساتھ ساتھ بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی اور رسول بھی تھا۔ محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؒ کے موعود زکی غلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے مسیحائی نفس اور کلمۃ اللہ فرمایا ہوا ہے۔ ایک فارسی الہامی شعر میں اللہ تعالیٰ نے اسی ”زکی غلام“ اور ”نشان رحمت“ کے حوالہ سے محمدی مریم کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔۔۔

زرد گاہِ خدا مردے بصد اعزازی آید مبارک بادت اے مریم کہ عیسیٰ بازمی آید

ترجمہ۔ خدا کی درگاہ سے ایک مرد بڑے اعزاز کیساتھ آتا ہے۔ اے مریم تجھے مبارک ہو کہ عیسیٰ دوبارہ آتا ہے (تذکرہ صفحہ ۶۸۴)

مزید برآں اگر حق کی خاطر میرے اور میری نسل پر کوئی بجلی گرنی ہے تو میں اس سے کیسے بھاگ سکتا ہوں؟ میں تو اسی دن مر گیا تھا جس دن مجھے اللہ تعالیٰ نے محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؒ کو چلہ ہوشیار پور میں بخشی گئی عظیم الشان ”نشانِ رحمت“ کے مصداق ہونے کی خبر دی تھی۔ میں اسے اپنی تقدیر سمجھ کر قبول کر چکا ہوں۔ آپ مجھے تباہی اور نسل کشی کی دھمکیاں نہ دیں۔ اس حق کی خاطر ہی کیا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ کربلا میں نسل کشی نہیں کروا چکی ہے؟ تو پھر میری اور میری اولاد کی کیا حیثیت ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو میں اس کیلئے راضی برر ضا ہوں۔ یاد رکھنا یقیناً بقول شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مزید آپ فرماتے ہیں۔ ”ہم اپنی حیثیت کو اچھی طرح جانتے ہیں یہاں تو بڑے بڑے کلغی والے لد گئے ہم تو لاشے محض ہیں۔ سوچیں، غور کریں اور اپنے متعلقین کو خوشی پہنچائیں۔
- کان اللہ معکم -“

جناب چوہدری صاحب۔ جس خلافت احمدیہ بلکہ اصلاً محمودی مافیا کی آپ بات کر رہے ہیں اسکی حقیقت اوپر بیان کر آیا ہوں۔ اس غلاظت نے دنیا کی حکومتوں اور بادشاہوں کو کیا ملیا میٹ کرنا ہے یہ تو خود حکومت برطانیہ سے پناہ کی بجیک مانگنی پھر رہی ہے۔ یاد رکھنا سچ ہمیشہ کمزوری کی حالت میں ظاہر ہوا اور اُسکے مقابل پر جھوٹ ہمیشہ کلغی والا ہوتا ہے۔
حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں غریب، بے حیثیت، بے ہنر اور گمنام تھا جبکہ آپ کے مخالفین سید نذیر حسین، مولوی محمد حسین بنا لوی اور دیگر پیر اور گدی نشین وغیرہ کلغیوں والے تھے۔ پھر ان کلغیوں والوں کا کیا انجام ہوا؟ آپ خوب جانتے ہیں۔ ہر زمانے میں سچ اور جھوٹ کے درمیان یہی معاملہ رہا ہے۔ کلغی والے لد جاتے ہیں اور غریب اور بے حیثیت بالآخر غالب آجاتے ہیں۔ آج بھی مجھ غریب کے بالمقابل آپ جس خلافت (غلاظت) محمودیہ کی بات کر رہے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو کلغی والا سمجھتی ہے۔ ان کی یہ کلغیاں کسی کام نہ آئیں گی اور آخری نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ الہی منشا کے موافق نکلے گا۔ جہاں تک متعلقین کو خوشی پہنچانے کا سوال ہے تو میں نے ان کا کیا پکا ٹڈا ہے؟ میں نے صرف اپنے موعود کی غلام مسیح الزماں ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اگر انکی نظر میں خاکسار غلطی خورد تھا تو یہ مجھے دلیل کیساتھ سمجھا دیتے۔ انہیں ایک فرعونی اور شیطانی نظام کے کہنے پر مجھ سے مقاطعہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے تو اپنے گھر کا دروازہ کسی کیلئے بند نہیں کیا۔ میرا آپ سب سے سوال ہے کہ محترم ابوطالب اپنے محترم بھتیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ لیکن اسکے باوجود چچا نے اپنے بھتیجے صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا چھوڑ دیا تھا؟ حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی زوجہ کی اولاد نے بھی آپ کے دعویٰ کو آپکی زندگی میں نہیں مانا تھا؟ اور اسکے باوجود کیا آپ نے اپنی منکر اولاد کو اپنے گھر سے نکال دیا تھا یا ان سے مقاطعہ کر لیا تھا؟ تفکر و اتندمو و اتقوا اللہ ولا تغلوا۔

آپکی خواب اور اسکی حقیقت۔ آپ اپنے خط میں فرماتے ہیں۔ ”میں رمضان المبارک کے ۲۴ اکتوبر تا ۳ نومبر ۲۰۰۵ء یورپ کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد احمدیہ بیت الفتوح میں اعتکاف بیٹھا ہوں آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے بلانے پر چند دوست جو نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ یو۔ کے کیساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ دفتر انصار اللہ (بیت الفتوح) میں آئے ہیں انکا تعلق انصار اللہ کے شعبہ ایثار کیساتھ ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں خوبصورت لباس میں آپ بھلے معلوم ہوتے ہیں میں ان دوستوں کو کچھ باتیں بتا رہا ہوں جن کو آپ بھی غور سے سن رہے ہیں اور ان پر عمل کرنے کیلئے کمر بستہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس خواب کی بنا پر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپکی واپسی کے سامان کئے ہوں۔“

چوہدری صاحب۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بقول خواب کی تین اقسام ہیں۔ نفسانی، شیطانی اور رحمانی۔ حضورؐ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ایک خواب تو سچی ہوتی ہے لیکن ہم اسکی تعبیر میں غلطی کر جاتے ہیں۔ مزید آپ فرماتے ہیں کہ اکثر خوابوں پر نفس کارنگ چڑھ جاتا ہے اور خواب بین اپنے مخالف کو خواب میں بری حالت میں دیکھتا ہے۔ لیکن آپ نے اپنی خواب میں مجھے اچھی حالت میں دیکھا ہے۔ چوہدری صاحب۔ ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء تک میں آپکی نظر میں ایک شریف اور لائق انسان تھا۔ لیکن اپنے دعویٰ موعود کی غلام مسیح الزماں کے بعد میں آپکی نظر میں ایک ناپسندیدہ وجود بن گیا ہوں۔ اور یہ حقیقت آپکے خط سے عیاں ہے۔ آپ نے اپنی خواب میں خاکسار کو خوبصورت لباس اور بھلی حالت میں دیکھا ہے۔ آپ کی خواب یقیناً سچی ہے اور اس میں آپکے لیے ایک پیغام تھا۔ لیکن آپ نے تعصب کی بدولت اپنی سچی خواب کی تعبیر غلط کی ہے۔ میں آج آپکی خواب کے مطابق واقعی ایثار و قربانی کے میدان کربلا میں مع اپنے اہل و عیال کھڑا ہوں اور یہ وہی ایثار و قربانی ہے جو کہ پہلے راستباز بھی حق کی خاطر دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد

آپ کو سوچنا چاہیے تھا کہ آپ کہاں اور کن لوگوں کے دام فریب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ضروری نہیں کہ نبی کی طرح اُسکی اولاد بھی اُسکی طرح نیک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس دور میں مجھے ہدایت بخشی ہے اور میں اس ہدایت میں آپ کو اور تمام جماعت احمدیہ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ سب پر بھی رحم فرمائے۔ ایک آپ ہیں جو مجھے پھر اُسی قید اور جھوٹ کی طرف بلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اپنی رحمت سے نوازتا ہوں تو دنیا میں اُسکے بہت سارے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ آپ ان حاسدین کے ٹولے میں شامل نہ ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ مومن کو خواب دکھاتا ہے اور بعض اوقات اُس کیلئے دوسروں کو دکھاتا ہے۔ ایسی ہی ایک خواب میں آپکے لیے یہاں نقل کرتا ہوں۔ آپ ضرور اس پر سوچنا اور غور کرنا۔ میری خواب پر تو آپ نفسانی ہونے کا الزام لگا سکتے ہیں۔ لیکن یہ خواب میں نے نہیں دیکھی بلکہ کسی اور نے دیکھی ہے اور میں یہاں اسے لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی نہ معلوم گھر ہے لیکن ہے ہمارے ڈاور۔ اماں جان اور ساتھ میں دونوں بیٹھی ہوئی ہیں۔ باقی گھر والے بھی ہیں لیکن سب ٹھیک طرح سے نظر نہیں آتے۔ پھر دیکھتی ہوں کہ شمال کی طرف ہمارا منہ ہے۔ شمال کی طرف ہی آسمان پر چچا غفار کی بڑی اور رنگین تصویر نظر آتی ہے ایک جھلک کی طرح۔ میں اماں سے کہتی ہوں کہ دیکھو اماں چچا کی تصویر نظر آرہی ہے ساتھ ہی میرے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ چچا کی تصویر فوراً ختم ہو جاتی ہے تو پھر ایک جھلک کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر نظر آتی ہے۔ پھر ختم ہو جاتی ہے۔ والسلام آپکی چھٹی مورخہ ۱۳ اپریل ۲۰۰۴ء

چوہدری صاحب۔ اس خواب میں ایک کھلا کھلا پیغام ہے۔ اُمید ہے آپ بھی اس پیغام کو سمجھ گئے ہوں گے۔

آپ مزید فرماتے ہیں۔ ”نویسنده خط ہذا کا مختصر تعارف یہ ہے کہ میرا نام محمد ابراہیم، مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ کا پرانا واقف زندگی خادم ہوں پاکستان میں متعدد جماعتی مقدمات کی وجہ سے حسب ہدایت نظام جماعت پاکستان چھوڑنا پڑا اور اب دو سال سے لندن میں مقیم ہوں اور یہاں بھی یو۔ کے کے نیشنل دفتر انصار اللہ میں بطور ایڈیشنل قائد عمومی آنریری خدمات بجالا رہا ہوں۔ محمد رفیق سابق صدر جماعت احمدیہ کیل میرا بیٹا ہے۔“

چوہدری صاحب۔ آپ نے اپنے خط میں اپنا طویل تعارف کرایا ہے۔ حالانکہ آپ مجھے اور خاکسار آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ اتنے لمبے چوڑے تعارف کی کیا ضرورت تھی؟ اسی طویل تعارف میں آپ نے اپنے لائق فرزند جناب محمد رفیق سابق صدر جماعت کیل کا بھی حوالہ دیا ہے۔ محمودی نظام کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پڑھے لکھے اور صاحب شعور افراد جماعت سے خوف کھاتا ہے اور چُن چُن کر جاہل اور اُن پڑھ افراد اُن پر مسلط کرتا ہے۔ یہ جاہل لوگ محمودی مفادات کا خوب تحفظ کرتے ہیں۔ اپنے پتلے تو کچھ ہوتا نہیں۔ عہدہ دار بن کر پڑھے لکھے افراد کی خوب کھال اُدھیڑتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کیل میں اس وقت گریجویٹ، لاء گریجویٹ حتیٰ کہ پوسٹ گریجویٹ بھی موجود ہیں۔ لیکن محمودی نظام کو ان پر بھروسہ نہیں۔ آجکل بھی چُن کر ایک اُن پڑھ انگوٹھا چھاپ ان پر صدر مقرر کیا ہوا ہے۔ اس صدر کو نہ نماز آتی ہے اور نہ ہی وہ قرآن پڑھ سکتا ہے۔ مکمل طور پر جاہل۔ جیسے سربراہ ویسے عہدیدار۔ چوہدری صاحب۔ آپ ہی بتائیں اس محمودی نظام نے کیا خاک غلبہ اسلام کرنا ہے؟ کیا یہی حقیقی اسلام ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ایم اے اردو ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ پہلے اپنے لائق فرزند اور سابق صدر جماعت احمدیہ کیل کا اُردو تلفظ درست کریں۔ آپکے لائق فرزند اور سابق صدر جماعت احمدیہ کیل نے اکثر خطبات جمعہ میں اُردو کے خوب ”پھٹے چکے آں“ میں اگر عرض کرونگا تو شکایت ہوگی تاہم ”عاقلاً را اشارہ کافی است“۔ آپکے جبری نظام کو اپنی آمریت قائم رکھنے کیلئے ایسے ہی لائق صدور کی ضرورت ہے۔ چوہدری صاحب۔ میں ایک بہت مظلوم انسان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت صابر بنایا ہے۔ میں نے ہمیشہ اُن پڑھوں کی بھی عزت کی ہے۔ ثانیاً آپ نے میرے نام کے ساتھ چوہدری کا سابقہ ویسے ہی لگا دیا ہے۔ یہ تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ داڑھی کی طرح لفظ چوہدری بھی بہت بدنام ہو چکا ہے۔ چوہدری وہ ہوتا ہے جو نافع الناس ہو۔ وہ جو لوگوں کیلئے جینے اور اُنکے دکھ درد بانٹے۔ چوہدری ضرور ہوا کرتے تھے لیکن اب تو وہ بیچارے چھپتے پھر رہے ہیں۔ آج کل تو ہر گلی اور ہر محلہ نئے نئے چوہدریوں سے بھرا پڑا ہے۔ جتنا بڑا چوراہا چکا اتنا بڑا چوہدری، بالکل ایسے ہی جیسے۔

گجھ داڑھیاں نیں گجھ جھاڑیاں نیں گجھ لا مُوا تڑے ساڑیاں نیں

جناب چوہدری صاحب۔ عرصہ اُنیس سال سے جرمنی میں مقیم ہوں اور جماعت احمدیہ کیل کا صدر اور قائد بھی رہا ہوں۔ اسکے علاوہ بھی اپنے مناسب حال جماعتی خدمات بجالاتا رہا ہوں۔ اور بفضل اللہ تعالیٰ یہاں میری شہرت بھی ایک شریف النفس، بے ضرر اور کم گو شخص کے طور پر رہی ہے اور ہے۔ میں اور میرے اہل و عیال بفضل اللہ تعالیٰ کبھی بھی اور کسی بھی پہلو سے کسی ”گناہ کبیرہ“ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سلسلہ احمدیہ کے قیام کی جو غرض بتائی تھی اس پر ہمیشہ ہی اپنے آپ کو کار بند رکھا اور اب بھی اسی نصب العین پر قائم ہوں الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ مگر اسکے باوجود ہوا کیا؟ ایک ایسے شخص کو اور اُسکے اہل خانہ کو (جو ہمیشہ اطاعت کے دائرہ میں بھی رہے) بیک جنبش قلم

جماعت سے نکال دیا گیا۔ محض اس جرم کی پاداش میں کہ میں نے ایک نقطہ نظر جماعت احمدیہ کے نام نہاد خلفاء اور علماء اور دیگر ارباب و اختیار کے آگے رکھا۔ انہیں دعوت فکری۔ انعام رکھا۔ جواب مانگا۔ مگر کسی نے میری ایک نہ سنی۔ سنتا بھی کون اور کیسے کہ۔

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

بہر کیف مجھے ہے حکم اذالہ اللہ مگر اس میں میرے اہل و عیال کا کیا تصور تھا؟ نکالنا تھا تو صرف مجھے نکالتے۔ لیکن نہیں ”جرم“ بہت بڑا تھا لہذا اسکی سزا بھی زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ یہ درحقیقت دباؤ ڈالنے کے روایتی ہتھکنڈے ہیں۔ بیٹا جرم کرے تو باپ کو نکال دو۔ باپ کرے تو سب کو۔ ہماری تاریخ ایسے سیاہ واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گھر گھر ”خانہ جنگی“ چاہتے ہیں۔ جن کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ اور جو نفس امارہ کے غلام ہیں۔

جناب من! آپ جانتے ہی ہیں کہ امت محمدیہ ہر سو سال کے بعد گمراہ ہوتی رہی ہے اور آنحضرت ﷺ کی رحلت کے ربع صدی بعد ہی اصحاب محمد ﷺ نے اصحاب محمد ﷺ کی گردنیں کاٹنی شروع کر دی تھیں۔ تو آپ کے پاس وہ کونسی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت آپ کی رحلت کے بعد ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم رہے گی اور کوئی گمراہی ان کو چھو کر بھی نہیں جائے گی۔ ایسا سوچنا بھی بہت بڑی گمراہی ہے۔ آپ کی جماعت تو ایک صدی بھی رشد و ہدایت پر قائم نہ رہ سکی چہ جائیکہ قیامت تک رہتی۔ ضرور تھا کہ یہ جماعت گمراہ ہوتی اور پھر موعود مصلح کے ہاتھوں اسکی اصلاح ہوتی۔ آپ سے درخواست ہے کہ میرا مضمون ”ختم نبوت کے بعد کیا مجددیت بھی ختم؟ ایک بار پھر پڑھنا اور سوچنا کہ نام نہاد خلیفہ ثانی اور اسکے جانشینوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر ہم احمدیوں کو کس دلدل میں دھکیل دیا ہوا ہے؟ آپ پر فرض تھا کہ پہلے مجھے دلیل کے ساتھ سمجھاتے۔ اگر اس میں کوئی روکاؤ تھی یعنی نظام جماعت کی کوئی قدغن وغیرہ تو نظام جماعت سے اجازت لیکر اس روکاؤ کو دور کرتے۔ آپ نظام جماعت سے کہہ سکتے تھے کہ عبدالغفار جنبہ ہمارا عزیز ہے اور میں اُسے سمجھانا چاہتا ہوں۔ اگر میں آپ کے دلائل سے مغلوب ہو کر بھی آپ کی بات نہ مانتا تو پھر بے شک آپ مجھے ڈراتے اور دھمکاتے۔ لیکن دلائل کیساتھ سمجھانے کی طرف تو آپ آئے ہی نہیں۔ میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کا میں بھی بہت درد رکھتا ہوں۔ یہ درد اپنی جگہ پر لیکن سچائی مجھے عزیز تر ہے۔ جب میں سوچتا ہوں کہ ان لوگوں نے اپنے عظیم باپ کی عظمت کو اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر کس طرح داغدار اور misuse کیا ہے تو میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ اپنی فکر کریں کہ آپ کن لوگوں کی وکالت کر رہے ہیں؟

دردمندانہ گزارش

آپ سے دردمندانہ اپیل ہے کہ اگر میں آپ کی نظر میں نعوذ باللہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا ہوں تو آزرہ کرم مجھے ڈرائیے اور دھمکائیے نہیں بلکہ اس گمراہی سے نکال لیں۔ آپ یاد رکھیں کہ بھٹکے ہوؤں کو صراط مستقیم کی طرف لے آنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ میرے گھر کے دروازے نہ صرف آپ کیلئے بلکہ ہر اُس انسان کیلئے کھلے ہیں جو صدق نیت سے مجھے سمجھانا چاہے۔ لیکن آپ لوگ جس دجالی نظام کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ہرگز آپ کو اسکی اجازت نہیں دے گا کیونکہ اُسے اپنی بنیاد کا خوب علم ہے۔ ذیل میں چند گزارشات آپ کے آگے رکھتا ہوں۔ اگر ہو سکے تو میری راہنمائی فرمانا۔ نام نہاد خلیفہ رابع کی نظم جو دسمبر ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر پڑھی گئی تھی کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

دو گھڑی صبر سے کام لو سا تھیو! آفت ظلمت و جور ٹل جائے گی۔ **آہ مومن** سے نکر کے طوفان کا رخ پلٹ جائے گارت بدل جائے گی

چو ہدیری صاحب۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ اس شعر میں کس مومن کی آہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کی بدولت طوفان کا رخ پلٹنے اور رُت بدلنے والی ہے؟

یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا۔ آج بھی دیکھنا **مرد حق کی دعا**، سحر کی ناگوں کو نگل جائے گی

چو ہدیری صاحب۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ یہ کون ”مرد حق“ ہے جس کی ”دعا“ سحر کی ناگوں کو نگلنے والی ہے؟

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا۔ **اے غلام مسیح الزماں** ہاتھ اٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

چو ہدیری صاحب۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ یہ غلام مسیح الزماں کون ہے جس کے ہاتھ اٹھانے سے بیمار زمانہ شفا پانے والا ہے؟

جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۸۶ء کے موقع پر مرزا طاہر احمد کی ایک نظم پڑھی گئی تھی۔ اس نظم کے دو اشعار درج ذیل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

بساط دنیا الٹ رہی ہے، حسین اور پائندار نقشے۔ جہان نو کے ابھر رہے ہیں بدل رہا ہے نظام کہنا

کلید فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسمان پر - نشان فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

چوہدری صاحب - کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ یہ کلید فتح و ظفر کون اور کیا ہے جو اب محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمد کی جماعت احمدیہ کو آسمان پر تھمائی دی گئی ہے؟ یہ اشعار بطور مُثبت نمونہ ازخروارے نقل کر رہا ہوں جبکہ نام نہاد خلیفہ رابع نے خلیفہ بننے ہی اپنے اشعار اور خطبات میں آنیوالے کی خوب کھول کھول کر بشارات دی ہیں۔ یہ سوالات میں نے جناب مرزا طاہر احمد صاحب سے بھی پوچھے تھے اور یہ انکی ذمہ داری تھی کہ وہ مجھے میرے سوالوں کا جواب دیتے لیکن جواب نداد۔ مکمل خاموشی۔ اس مکمل خاموشی کی وجہ کو وہ بھی جانتے تھے اور میں بھی الحمد للہ جانتا ہوں۔ ان ہلکے پھلکے سوالات کے علاوہ میرے آپ کے اور قادیانی جماعت احمدیہ کے آگے دو سوالات ہیں۔ ان سوالات کے جوابات عنایت فرما کر میری راہنمائی کیجئے۔ آپ کا خط میرے پاس ہے۔ اگر آپ نے میری راہنمائی نہ کی تو قیامت کے روز آپ کا خط اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے یہ فریاد ضرور کروں گا کہ اگر میں ان لوگوں کی نظر میں نعوذ باللہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا تھا تو انہوں نے میری راہنمائی کیوں نہ کی؟ سوال درج ذیل ہیں۔

سوال نمبر ۱۔ قرآن مجید اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کی روشنی میں نام نہاد خلیفہ ثانی پیٹنگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتے چہ جائیکہ آپ کا دعویٰ مصلح موعود سچا ہو؟ سوال نمبر ۲۔ کیا آپ میرے الہی نظریہ ”نیکی خدا ہے“ کو جھٹلا سکتے ہیں؟ یہ نظریہ الہامی پیٹنگوئی مصلح موعود کی حقیقت پر مبنی ہے اور یہی میرے دعویٰ مصلح موعود کا الہامی ثبوت ہے۔ اگر آپ میرے ان دونوں سوالوں کو غلط ثابت کر گئے تو میں اپنے وعدہ کے مطابق انعامی رقم آپ کے حوالے کرنے کے علاوہ جیسا کہ آپ نے مجھے معافی مانگنے کیلئے کہا ہے وہ سب کچھ کرونگا۔ لیکن اگر آپ میرے سوالات کو جھٹلا نہ سکے تو پھر کیا آپ سب کیلئے یہ لمحہ فکر یہ نہیں ہے؟ آپ سوچنا اور غور کرنا؟ آخر میں حضورؑ کے اس ارشاد پر اپنے خط کو ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

”اسکے عجائبات قدرت اسی طرح پر ہمیشہ ظہور فرماتے ہیں کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اسکے آستانہ فیض سے نکلی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں اور ایک ذلیل حقیر اُمی جاہل نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اُسکی کچھ ایسی ہی عادت ہے اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ“ (آزالہ اُوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

چوہدری صاحب - کیا حضورؑ کے مذکورہ بالا الفاظ کے بعد بھی آپ میری حیثیت کا رونا روتے پھریں گے؟ اگر آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کو زبان سے مانا ہے تو پھر آپ کی تعلیمات پر بھی دل سے ایمان لائیے۔ ان مہذب مذہبی ڈاکوؤں سے جان چھڑائیے جن کی بغل میں چھری اور منہ میں رام رام ہے۔ حقیقت پرست بنو نہ کہ لکیروں کے فقیر۔ میں تنقید کا قائل نہیں اور نہ ہی اسے پسند کرتا ہوں لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی سنت کے مطابق بغرض علاج تلخ الفاظ کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتا ہوں۔

خاکسار

عبدالغفار جنبہ

۲۲ دسمبر ۲۰۰۵ء

☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنِیْ

جنوب میں دیکھا کہ کوئی نہ معلوم گھر سے نکلنے سے بیمار کے
ڈاور. آماں جان اور ساتھ میں دونوں بیٹھی ہوئی تھیں
باجھ گھر والے بھی نہیں تھیں۔ سب ٹھیک طرح سے نظر نہیں
آتے پھر دیکھیے یوں کہ شمال کی طرف بیمار اٹھنے سے
شمال کی طرف ہی آسمان پر چچا عفار کی بڑی اور
رنگین تصویر نظر آتی ہے ایک جھلک کی طرح میں آماں
سے یہی یوں کہ دیکھو آماں چچا کی تصویر نظر آتی ہے
ہے ساتھ ہی میرا آنکھوں میں آنسو بہنے لگے ہیں
چچا کی تصویر فوراً ختم ہوئی ہے
تو پھر ایک جھلک نکال کر حضرت مسیح موعود کی تصویر
نظر آتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے

۱۱ مارچ ۲۰۰۴ء کو ۱۱ بجے صبح میں دیکھی

Summa

1-7-04